تفسیر روح المعانی

مولانا نورالرحمان ہزاروی

''وہ کتابیں اپنے آباء کی......'' کے عنوان کے تحت اسلام کے مراجع ومصادر اور ماخذ میں سے کسی ایک کتاب کا تعارف پیش کیا جاتا ہے، اس مرتبہ علامہ آلوسیؒ کی شہرۂ آفاق تفسیر ''روح المعانی في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني'' کا سیر حاصل تعارف نذر قارئین ہے۔(مدیر)

علامہ آلوسیؒ خاتمۃ المفسرین، بلند پایہ محدث اور منقولات ومعقولات کے جامع عالم تھے، ان کا نام محمود، والد کا نام عبداللہ، کنیت ابوالثناء، لقب شہاب الدین اور نسبت آلوسی ہے، آلوس ایک جزیرہ کا نام ہے جو دریائے فرات کے وسط میں اور بغداد سے پانچ مراحل کی دوری پر واقع ہے۔ بغداد پر ہلاکو خاں نے جب حملہ کیا تو ان کے خاندان نے اس جزیرہ کی طرف ہجرت کی، بعد میں اسی جزیرہ کی طرف نسبت سے یہ خاندان مشہور ہوگیا، علامہ آلوسی بھی اسی نسبت سے زیادہ پہچانے جاتے ہیں۔(الأعلام للزركی:۷/۱۷۶،۱۷۷)،(معجم البلدان:۱/۲۴۶)

علامہ آلوسی ۱۲۱۷ھ بمطابق ۱۸۰۲ء کو بغداد کے محلہ کرخ میں پیدا ہوئے۔ان کا انتقال بروز جمعہ ۲۵ ذی القعدہ ۱۲۷۰ھ بمطابق ۱۸۵۴ء کو ہوا، اور کرخ ہی میں شیخ معروف کرخی کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔(التفسير والمفسرون:۱/۳۵۳) آپ نے اپنے زمانے کے سرآمد روزگار علماء سے اکتساب فیض کیا۔جن میں آپ کے والد علامہ عبداللہ اندلسیؒ، شیخ خالد نقش بندیؒ اور شیخ علی سویدیؒ شامل ہیں۔علم کے حریص تھے، ہر وقت اس فکر میں لگے رہتے کہ کس طرح علم میں اضافہ ہو۔رات دیر گئے تک مطالعہ کرتے رہے۔زمخشری کا یہ شعر اکثر وردِ زبان ہوتا:

سهري لتنقيح العلوم ألذلی　　　من وصل غانية وطيب عناق

ترجمہ:علم کی گتھیاں سلجھانے کے لیے راتوں کو جاگنا مجھے پاکیزہ اور حسین دوشیزہ کے وصل وملاپ سے زیادہ لذیذ ہے''۔

علم کے ساتھ اس بے پناہ شغف اور لگاؤ ہی کا نتیجہ تھا کہ نہایت کم عمری ہی میں تدریس وتالیف میں مشغول ہوگئے۔تب آپ تیرہ سال کے تھے، انھوں نے متعدد مدارس میں تدریسی فرائض انجام دیئے۔۱۲۴۸ھ کو نھیں مفتی احناف مقرر کیا گیا۔اس سے کچھ ماہ قبل انھیں مدرسہ مرجانیہ کے اوقاف کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا تھا۔اس منصب کا اہل، شہر کا سب سے بڑا عالم ہوتا تھا۔بطور مفتی احناف تقرری کے بعد انھوں نے اپنے گھر ہی میں تدریس کا سلسلہ شروع کردیا، ان کا گھر رصافہ میں جامع الشیخ

عبداللہ العاقولی کے پڑوس میں واقع تھا۔ یہاں وہ تمام ضروری علوم وفنون کی تعلیم دیتے تھے۔ ان سے خلق کثیر نے استفادہ کیا۔ ان کا درس بہت زیادہ مقبول تھا۔ دنیا کے مختلف ممالک سے طلبہ ان کے پاس حصول تعلیم کے لیے جوق در جوق آتے تھے۔ انھوں نے اپنے ہاتھوں سے علماء اور فضلاء کی کئی جماعتیں تیار کیں۔ طلبہ کا نہایت خیال رکھتے تھے، ان کے ساتھ بہت زیادہ شفقت اور محبت کا معاملہ کرتے تھے، ان کے لباس خوردونوش اور دیگر ضروریات کا خصوصی خیال رکھتے تھے۔ طلبہ کو اپنے گھر کے بالاخانوں میں رہائش دی ہوئی تھی، نثر نویسی، قوت تحریر اور جزالتِ تعبیر میں یگانہ روزگار تھے۔ عربی ادب میں انھیں ملکہ حاصل تھا۔ انھوں نے بہت سارے خطبے، خطوط، فتاویٰ اور مسائل املاء کرائے مگر ان میں سے اکثر دست بردِ زمانہ کی نذر ہو چکے ہیں۔ بلا کے ذہین تھے اور نہایت قوی حافظہ سے اللہ تعالیٰ نے نوازا تھا۔ اکثر یہ جملہ کہا کرتے تھے "ماستودعت ذهني شيئاً فخانني، ولا دعوت فكري لمعضلة، إلا وأجابني"۔ "ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میرے ذہن سے کبھی کوئی بات نکلی ہو اور کسی بھی مشکل مسئلہ کے حل میں میرے تدبر وفکر نے میرا ساتھ نہ دیا ہو۔" انھیں تمام مذاہب، فقہاء اور مختلف ادیان وملل سے مکمل آگہی حاصل تھی۔ اصول وفروع میں مجتہدانہ بصیرت کے حامل اور نکتہ رس عالم تھے، تاریخ پر بھی انھیں مکمل عبور حاصل تھا۔

انھوں نے کچھ کتابیں بھی تصنیف کیں۔ جو تعداد میں اگرچہ کم ہیں، مگر گنجینۂ علوم ہیں، ان تصانیف کے مطالعہ سے ان کی تبحر علمی کا صحیح صحیح اندازہ ہوتا ہے، ان کی کچھ کتابوں کے نام یہ ہیں۔ ❶ "روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني" ❷ "حاشية القطر" یہ حاشیہ انھوں نے جوانی میں "قطر الندى" کی بحث حال تک لکھا تھا، مگر مکمل نہ کر سکے، ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے سید نعمان آلوسیؒ نے اسے مکمل کیا۔ ❸ "شرح السلم" یہ ناپید ہے۔ ❹ "الأجوبة العراقية عن الأسئلة الاهورية" ❺ "الأجوبة الواقية على الأسئلة الإيدانية" ❻ "درة الغواص في أوهام الخواص" ❼ "النفحات القدسية في المباحث الإمامية" ❽ "الفوائد السنية في علم آداب البحث"۔

زیر تبصرہ کتاب روح المعانی: ویسے تو علامہ آلوسیؒ کی ہر تالیف نہایت عمدہ اور بیش قیمت ہے، مگر جو مرتبہ اور مقام ان کی تفسیر روح المعانی کو حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں۔ روح المعانی نے ہی انھیں شہرت کی اوج ثریا پر پہنچایا۔ مقدمہ میں روح المعانی کی تالیف کا قصہ بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں "میں ابھی کم عمر تھا کہ مجھے کتاب اللہ کے سربستہ رازوں سے پردہ اٹھانے، اس کے عجائب میں غور وفکر کرنے، اس کے معانی سے آگہی حاصل کرنے اور اس کے رموز واسرار کو سمجھنے کا شوق پیدا ہوا۔ اس مقصد کے لیے میں نے انتھک محنت شروع کر دی۔ اپنے پرایوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا، راتوں کو دیر تک جاگتا رہتا، شمع ختم ہو جاتی تو چاند کی روشنی میں مطالعہ کرتا۔ جب کہ میرے ہم عمر کھیل کود میں مصروف ہوتے۔ لہو ولعب کے علاوہ ان کا کوئی اور مشغلہ نہ ہوتا۔ دنیا کی ظاہری چکاچوند نے ان کو آخرت سے غافل کر دیا تھا۔ اپنے قیمتی اوقات انھوں نے خسیس خواہشوں کے حصول میں لگا دیئے تھے۔ مگر یہ ماحول مجھے متاثر نہ کر سکا اور میں اپنے مقصد کے حصول میں مگن رہا...... یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتاب اللہ کے کئی سربستہ رازوں کے دروا کر دیے۔ اس کے بہت سارے حقائق سے میں آگاہ ہوا۔

بے شمار دقائق مجھ پر آشکار ہوگئے، ابھی عمر عزیز کی بیسویں بہار مکمل نہ ہونے پائی تھی کہ میں نے قرآن مجید کے ان اسرار و رموز ,رحقائق و دقائق کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا شروع کر دیا۔ میں تفسیری نکات اور کتاب اللہ کے ظاہر پر وارد ہونے والے شکالات کے الہامی جوابات بیان کرتا جن سے سابقین کی کتابیں خالی تھیں۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا مجھ پر بے پایاں فضل و کرم کا نیجہ تھا...... اس دوران میرے دل میں اکثر یہ خیال آتا رہتا کہ ان تفسیری نکات و حقائق اور قرآنی رموز و اسرار کو قلم بند کروں، کافی عرصہ تک میں گومگوں کی کیفیت میں مبتلا رہا کہ کیا کروں۔ یہاں تک کہ ایک رات میں نے ایک عجیب خواب دیکھا، یہ .جب ۱۲۵۲ھ کے جمعہ کی رات تھی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آسمان اور زمین کے لپیٹنے اور طول و عرض پر ان دونوں کو جوڑنے کا حکم دیا، پس میں نے اپنا ایک ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیا اور دوسرا ہاتھ پانی کے مستقر کی طرف بڑھایا، پھر میں فوراً جاگ اٹھا، مجھے اپنا یہ خواب بہت بڑا معلوم ہوا، میں اس کی تعبیر تلاش کرنے لگا۔ چنانچہ ایک کتاب میں، میں نے دیکھا کہ یہ تفسیر لکھنے کی طرف اشارہ ہے تو میرا ذہن میرے اس پرانے خیال کی طرف چلا گیا، چنانچہ میں نے اللہ تعالیٰ کی مدد سے قرآن کریم کی تفسیر لکھنا شروع کی، اس وقت میری عمر ۳۴ برس تھی، تفسیر کا آغاز میں نے ۱۶ شعبان ۱۲۵۲ھ کو بوقت شب کیا۔ یہ سلطان محمود خان بن سلطان عبدالحمید خان کا دور حکومت تھا۔ منگل کی شب ۴ ربیع الآخر ۱۲۶۷ھ کو یہ تفسیر پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ پھر میں اس کے نام کی بابت غور کرنے لگا، مگر کوئی ایسا مناسب نام میرے ذہن میں نہ آیا جس سے طبیعت کو سکون ملتا اور اسے سن کر کان محظوظ ہوں۔ میں نے اپنی یہ الجھن وزیراعظم علی رضا پاشا کے سامنے پیش کی تو اُنھوں نے فی البدیہہ اس کا نام "روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني" تجویز کیا۔ (روح المعاني: ۱/۱۲،۱۱،۱۰)

علامہ آلوسیؒ کے تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ وہ دن بھر فتویٰ نویسی اور تدریس میں مشغول رہتے، رات کا ابتدائی حصہ اپنے ساتھیوں اور معتقدین کے ساتھ بات چیت اور مجالست کے لیے وقف کیا ہوا تھا، جب کہ آخری حصہ میں تفسیر کے چند اوراق لکھتے، پھر صبح کے وقت وہ اوراق کاتبوں کے حوالہ کر دیتے، جنھیں اُنھوں نے تنخواہ پر تفسیر کے مسودے صاف کرنے کے لیے رکھا تھا، ان چند اوراق کو صاف کرنے میں وہ کاتب تقریباً دس گھنٹے لگا دیتے۔

علامہ آلوسیؒ نے شوال ۱۲۶۳ھ کو عہدۂ افتاء سے علیحدگی اختیار کر لی تھی اور ہمہ تن تفسیر لکھنے کی طرف متوجہ ہوگئے تھے۔ تفسیر مکمل کرنے کے بعد ۱۲۶۷ھ کو وہ قسطنطنیہ کے سفر پر روانہ ہوگئے، جہاں انھوں نے اپنی تفسیر سلطان عبدالمجید خان کی خدمت میں پیش کی، جنھوں نے اسے بہت پسند کیا۔ پھر ۱۲۶۹ھ کو قسطنطنیہ سے واپس بغداد لوٹ آئے۔

تفاسیر میں "روح المعانی" کا مرتبہ و مقام: "روح المعانی" ایک جامع ترین تفسیر ہے، علامہ آلوسیؒ نے پوری امانت و دیانت سے اسے روایۃً و درایۃً سلف و خلف کی آراء و اقوال کا جامع بنانے میں بے پناہ انتھک اور جاں گسل محنت کی ہے، گویا "روح المعانی" سابقہ تمام تفاسیر کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ علامہ بنوریؒ "روح المعانی" کی بابت فرماتے ہیں: "...... تفسیر روح المعانی میرے رائے میں قرآن کریم کی ایسی تفسیر ہے، جیسے صحیح بخاری کی شرح فتح الباری، البتہ فتح

الباری چونکہ مخلوق (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے کلام کی شرح ہے، اس لیے امت پر صحیح بخاری کی شرح کا جو قرضہ تھا، اس نے اُسے چکا دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام اس سے بلند و برتر ہے کہ کوئی انسان اس کا حق ادا کر سکے"۔ (علوم القرآن: ص ۵۰۷)

علامہ بنوریؒ فرماتے ہیں کہ تفسیر ابن کثیر، تفسیر کبیر، روح المعانی اور تفسیر ابی السعود۔ یہ چار تفاسیر ایسی ہیں کہ اگر کوئی شخص ان پر قناعت کرنا چاہے تو وہ ان شاء اللہ تعالیٰ کافی ہوں گی۔ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی نے ان کے ساتھ تفسیر قرطبی کا اضافہ بھی فرمایا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص صرف انہی پر اکتفاء کرلے تو ان شاء اللہ مجموعی حیثیت سے اُسے دوسری تفاسیر سے بے نیاز کردیں گی۔ (علوم القرآن: ص ۵۰۶، ۵۰۷)

علامہ آلوسیؒ نے "روح المعانی" میں چونکہ ہر آیت سے متعلق مختلف علوم، لغت، ادب، منطق، نحو، صرف، کلام، فلسفہ، ہیئت، ریاضی اور تصوف کے حوالوں سے طویل اور مفصل علمی بحثیں کی ہیں۔ آیات کی ایک دوسرے سے مناسبت وربط، سورتوں کے باہمی جوڑ، مشکل آیات کا حل، فقہی مسائل پر محققانہ بحث اور ترجیح راجح، اسرائیلی روایات کی نشان دہی اور ان پر ردّ، مختلف پیچیدہ اشکالات کے جوابات، فرق باطلہ کی تردید...... غرض کوئی علمی گوشہ انھوں نے تشنہ نہیں چھوڑا، اس لیے قرآن پاک کے رموز و اسرار اور اس کے حقائق و دقائق کو سمجھنے کے لیے اگر یہ کہا جائے کہ "روح المعانی" کافی وشافی ہے تو یقیناً یہ مبالغہ نہیں ہوگا۔

وہ تفاسیر جن سے انھوں نے استفادہ کیا: علامہ آلوسیؒ نے "روح المعانی" کی تالیف میں کئی معتبر تفاسیر سے استفادہ کیا، جن میں تفسیر ابن عطیہ، تفسیر ابی حیان، تفسیر کشاف، تفسیر ابی السعود، تفسیر بیضاوی اور تفسیر کبیر وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

تفسیر ابی السعود سے نقل کرتے وقت وہ اکثر "قال شیخ الإسلام" کہتے ہیں، تفسیر بیضاوی سے نقل کے وقت اکثر "قال القاضي" کہتے ہیں اور تفسیر کبیر سے جب وہ نقل کرتے ہیں تو اکثر "قال الإمام" کہتے ہیں۔ علامہ آلوسیؒ صرف نقل پر ہی اکتفاء نہیں کرتے، جب کہ جہاں ان کی تحقیق میں سابقہ مفسرین کا کوئی قول یا رائے کمزور معلوم ہوتی ہے، وہاں ان پر خوب نقد کرتے ہیں۔ امام ابوالسعودؒ، قاضی بیضاویؒ، امام ابوحیانؒ پر جابجا انھوں نے ردّ کیا ہے۔ امام رازیؒ کا تو انھوں نے بے شمار مسائل میں تعاقب کیا ہے۔ بعض فقہی مسائل میں انھوں نے امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کو ترجیح دیتے ہوئے امام رازیؒ کی زبردست گرفت کی ہے۔ اسی طرح دیگر مسائل میں خواہ فقہی ہوں، نحوی ہوں، حکمی و فلسفی ہوں یا کلامی ہوں، جو رائے ان کو درست معلوم ہوتی ہے، اس کا خوب دفاع کرتے ہیں اور دیگر آراء پر اسے ترجیح دینے کے لیے بھرپور طریقے سے دلائل ذکر کرتے ہیں۔

روح المعانی میں علامہ آلوسیؒ کا انداز تفسیر: سورۃ و آیات کی تفسیر میں علامہ آلوسیؒ کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے اگر کسی سورت کے متعدد نام ہوں تو ان کی نشان دہی کرتے ہیں۔ سورتوں کے ناموں سے متعلق مفسرین کے جملہ اقوال

باحوالہ مدلّل ذکر کرتے ہیں۔اس کے بعد سورت کے مکی اور مدنی ہونے کی نشان دہی کرتے ہیں۔یہ بھی بتاتے ہیں کتنی آیات مکی ہیں اور کتنی مدنی، پھر اس سورت کی آیتوں کی تعداد بتلاتے ہیں، تعداد میں اگر اختلاف ہو تو اس پر بھی تنبیہ فرماتے ہیں۔ سورت کے فضائل پر اگر قابل حجت احادیث ہوں تو ان کا ذکر بھی کر دیتے ہیں۔اگر سورت کی فضیلت سے متعلق احادیث موضوع یا ضعیف ہوں تو ان پر ضرور تنبیہ کرتے ہیں۔اس کے بعد سورت کی سابقہ سورت کے ساتھ مناسبت اور ربط بیان رماتے ہیں۔اگر شان نزول ہو تو اسے بھی بیان کر دیتے ہیں۔ یہ وہ کام ہیں جو ہر سورت کے شروع میں کرتے ہیں۔ بعد ازاں آیات کی تفسیر شروع کرتے ہیں۔آیات کی تفسیر کرتے وقت الفاظ کے لغوی و مرادی معنی بیان کرتے ہیں، اس سلسلے میں عرب کے فصیح شعراء کے اشعار بھی استشہاد میں پیش کرتے ہیں، آیات کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال پیش کر کے ان پر خوب نقد و نظر کرتے ہیں، جو قول راجح معلوم ہوتا ہے، اسے وجہ ترجیح کے ساتھ بیان کر دیتے ہیں۔مشکل آیات کے حل میں نہایت مفصل اور مبسوط کلام کرتے ہیں، تمام توجیہات پیش کرنے کے بعد محاکمہ کرتے ہیں اور جو توجیہ راجح ہو، اس کی نشان دہی کر دیتے ہیں۔آیات میں صرفی، نحوی، بلاغی، ادبی، لغوی، منطقی، فلسفی، ہیئتی مباحث پر انتہائی مفصل اور طویل کلام کرتے ہیں۔آیات احکام میں تمام فقہاء کے مذاہب کو مدلّل طریقے سے بیان کرتے ہیں، پھر جو مذہب راجح ہو، وجہ ترجیح کے ساتھ اس کی نشان دہی کرتے ہیں، جس کی تفصیل عنقریب آجائے گی۔معتزلہ، خوارج، روافض اور ملحدین کی خوب خبر لیتے ہیں۔ سابقہ کتب تفسیر میں جن اسرائیلی روایات کو مفسرین نے جگہ دی ہے، ان کی نشان دہی کرتے ہوئے ان پر خوب نقد کرتے ہیں۔جہاں کہیں آیات کے درمیان بظاہر مناسبت اور ارتباط نہ ہو، تو ربط کو ظاہر فرماتے ہیں۔مختلف وجوہِ قراءت پر بھی روشنی ڈالتے ہیں، یہ سب کچھ کرنے کے بعد آخر میں آیات کے باطنی اور صوفیانہ معانی پر اظہار خیال کرتے ہیں۔

مخالفینِ اہل سنت کی بابت علامہ آلوسیؒ کا موقف: علامہ آلوسیؒ چونکہ مشرباً سلفی اور عقیدۃً سنی ہیں، اس لیے انھوں نے ”روح المعانی“ میں جابجا مخالفینِ اہلِ سنت روافض، معتزلہ، خوارج وغیرہ کے عقائد و نظریات کا مدلّل طریقے سے رد کرتے ہیں۔اہل باطل نے اپنے فاسد عقائد کے اثبات کے لیے جن آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ کا جھوٹا سہارا لیا ہے، ان کی نشان دہی کرتے ہوئے علامہ آلوسیؒ ان کے استدلات کی تردید کرتے ہیں۔”روح المعانی“ میں اس کی بیسیوں مثالیں موجود ہیں۔مثلاً قول باری تعالیٰ: ﴿وإذا رأوا تجارة أو لهوا انفضوا إليها وتركوك قائما......﴾ کی تفسیر میں وہ صحابہ کرامؓ کے بارے میں روافض کی زہرافشانی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”وطعن الشيعة لهذة الآية الصحابة رضي الله تعالىٰ عنهم، بأنهم آثروا دنيا هم على آخر تهم، حيث انفضوا إلى اللهووالتجارة و رغبواعن الصلاة...... لاسيما مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، وروي أن ذلك قدوقع مرارا منهم“(روح المعانی: ج۱۵، جز، دوم، ص۱۵۷)۔یعنی”روافض نے اس آیت کو لے کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن کیا ہے کہ انھوں نے اپنی آخرت پر دنیا کو ترجیح دی اور نماز کو چھوڑ کر لہو ولعب اور تجارت میں لگ جاتے تھے، حالانکہ نماز افضل ترین عبادت اور دین کا

ستون ہے، خصوصاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اداء کی جائے۔ روافض کے بقول صحابہ کرامؓ سے یہ فعل کئی بار سرزد ہوا''......اس کا جواب دیتے ہوئے علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں: "وفيه أن كبار الصحابة كأبي بكر وعمر وسائر العشرة المبشرة لم ينفضوا، والقصة كانت في أوائل زمن الهجرة...... ورواية أن ذلك وقع منهم مرارا إن أريدبها رواية البيهقي في "شعب الإيمان"......فمثل ذلك لايلتفت إليه، ولايعول عندالمحدثين عليه، وإن أريدبها غيرها فليبين وليثبت صحته، وأنّى بذاك؟ وبالجملة، الطعن بجميع الصحابة لهذه القصة...... سفه ظاهر وجهل وافر" (روح المعانی: ج۱۵، جزء، دوم، ص۱۵۷) علامہ آلوسیؒ کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ ''یہ فعل کبار صحابہؓ سے سرزد نہیں ہوا، پھر یہ اوائل اسلام کا واقعہ ہے، تب لوگ اسلامی اخلاق و آداب سے اتنے واقف اور آراستہ نہیں ہوئے تھے، اس واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ مدینہ میں قحط سالی تھی، چیزوں کے بھاؤ آسمان سے باتیں کر رہے تھے، لہٰذا لوگوں نے خیال کیا کہ اگر وہ نہ گئے تو دوسرے لوگ ضروریات زندگی خرید کر لے جائیں گے اور وہ محروم رہیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس غلطی پر جہنم کی وعید سنانے کی بجائے انھیں سمجھایا بجھایا اور عتاب کیا۔ رہی یہ بات کہ صحابہ کرامؓ سے یہ فعل کئی بار سرزد ہوا تو یہ بے بنیاد ہے، اگر اس کی بنیاد ''شعب الإيمان ''میں محدث بیہقی کی وہ روایت ہے جسے انھوں نے مقاتل ابن حیان سے روایت کیا ہے تو یہ روایت محدثین کے نزدیک قابل التفات نہیں۔ اگر کوئی اور روایت ہے تو شیعہ اسے سامنے لائیں، مگر یہ ان سے کب ہو سکے گا، غرض مذکورہ آیت کو لے کر تمام صحابہ کرامؓ پر طعن کرنا نری حماقت اور کھلی جہالت ہے، حالانکہ یہ فعل اوائل اسلام میں صرف بعض صحابہ کرامؓ سے صادر ہوا تھا، جو ابھی اسلامی آداب و اخلاق سے پورے پورے واقف نہیں ہوئے تھے۔ پھر یہ طعن ان بعض حضرات پر بھی صحیح نہیں کہ اس واقعہ کے بعد انھوں نے بے شمار نیکیاں کر کے اس کی تلافی کر دی تھی۔

سورہ بقرہ کی آیت ﴿ويمدهم في طغيانهم يعمهون﴾ کے ذیل میں معتزلہ پر ردّ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "وذهبت المعتزلة أن الزيادة في الطغيان والتقوية فيه مما يستحيل نسبته إليه تعالى حقيقة، وحملوا الآية على محامل آخر، وقد قدمناما يوهن مذهبهم، فلنطوه هنا على مافيه" یعنی معتزلہ اس طرف گئے ہیں کہ ''مد في الطغيان '' کی نسبت حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا درست نہیں ہے، انھوں نے اس آیت کے کچھ اور مطلب بیان کیے ہیں، جن کا ضعیف ہونا ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ (روح المعانی: ۱/۲۵۸)

اسی طرح معتزلہ کہتے ہیں کہ انسان خود اپنے افعال کا خالق ہے، اس سلسلے میں من جملہ دیگر دلائل کے ایک دلیل ان کی یہ آیت ہے: ﴿ويمدهم في طغيانهم يعمهون﴾ س آیت میں اللہ تعالیٰ نے طغیان کی نسبت منافقین کی طرف کی ہے، اس اختصاص سے معلوم ہوتا ہے کہ ''طغیان'' کا فعل خود ان کا مخلوق ہے اور وہ اس کے موجد و خالق ہیں۔ اس کا جواب دیتے ہوئے علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں: ''وإضافته إليهم لأنه فعلهم الصادر منهم بِقُدَرهم المؤثرة بإذن الله تعالىٰ، فالاختصاص المشعرة به الإضافة إنما هو بهذا الاعتبار لا باعتبار المحلية، والاتصاف...... ولا باعة

الإیـجـادمن غیر توقف علی إذن الفعّال لمایرید، فإنه اعتبار علیه غبار، بل غبار لیس له اعتبار، فلا تهولنّك جعجعة الزمخشري وتعتعته ''(روح المعانی :۱/۲۵۹)''جواب کا حاصل یہ ہے کہ منافقین کی طرف طغیان کی جونسبت کی گئی ہے وہ اس اعتبار سے ہے کہ یہ ان کا فعل ہے، جواللہ تعالیٰ کے اذن سے ان کی موثر قدرتوں کی وجہ سے ان سے صادر ہوا ہے، یہ نسبت اس اعتبار سے نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر اس کے موجد وخالق ہیں، یہ اعتبار غبار آلود ہے بلکہ یہ ایسا غبار ہے جو بے اعتبار ہے، یہاں زمخشری کی گھن گرج کہیں تمھیں ڈرا نہ دے اور اس کا شور تمھیں متاثر نہ کر دے۔''

فقہی مسائل اور علامہ آلوسیؒ کا موقف: علامہ آلوسیؒ شافعی المسلک ہیں یا حنفی؟''التفسیر والمفسرون'' کے مولف اور دیگر محققین نے انھیں شافعی المسلک قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ شافعی المسلک ہونے کے باوجود وہ متعدد مسائل میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کی تقلید کیا کرتے تھے...... مگر یہ رائے ہمارے نظر میں محل نظر ہے۔''روح المعانی'' کے سرسری مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ علامہ آلوسیؒ حنفی تھے، جس کی دلیل یہ ہے کہ وہ کتاب میں کئی مقامات پر احناف کا مسلک "وعندنا"، "واشترط أصحابنا"، "وذهب ساداتنا الحنیفة" وغیرہ کے الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ حنفی تھے۔مثلاً کفارۂ یمین میں تحریر رقبہ کے سلسلے میں شوافع کا مسلک بیان کرنے کے بعد احناف کا مسلک یوں بیان کرتے ہیں:"وعندنا لایحمل لاختلاف السبب" آگے چل کر احناف کا ذکر کردہ ایک ضابطہ ان الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں:''وقد ذکر بعض أصحابنا ضابطا لمایجوز إعتاقه في الکفارة وما لایجوز ......''(روح المعانی:ج ۵، جزء اول،ص ۲۰)۔''محصر'' کے بارے میں احناف کا مسلک یوں بیان کرتے ہیں:''وعندنا یبعث من أحصر به ویجعل للمبعوث بیده یوم أمارة، فإذا جاء الیوم وغلب علی ظنه أنه ذبح، تحلّل ''(روح المعانی: ۲/۱۲۲)اسی طرح آیت''......ثلاثة قروء''میں''قرء'' سے کیا مراد ہے؟احناف کا مسلک وہ ان الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں:''وذهب ساداتنا الحنفیة إلی أن المراد بالقرء الحیض''(روح المعانی:۲/۱۹۹)

آیات احکام کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ آلوسیؒ تمام مذاہب مع دلائل بیان کرتے ہیں۔اکثر وبیشتر احناف کے مسلک کو ترجیح دیتے ہیں۔بعض مقامات پر امام شافعیؒ کے مسلک کو بھی ترجیح دی ہے۔مثلاً آیت ﴿والمطلّقت یتربّصن بأنفسهن ثلثة قروء﴾ میں قرء سے مراد حیض ہے یا طہر۔متوافع امر احناف کا مسلک مع دلائل واعتراضات وجوابات بیان کرنے کے بعد شافعیہ مسلک کو ترجیح دیتے ہوئے انھوں نے فرمایا:''وبالجملة کلام الشافعیة في هذا المقام قوي کما لایخفی علی من أحاط بأطراف کلامهم، واستقرأ ماقالوه، وتأمل ما دفعوا به أدلة مخالفیهم''(روح المعانی: ۲/۲۰۱)

نحوی مباحث: علامہ آلوسیؒ نے''روح المعانی''میں نحوی مباحث اس کثرت کے ساتھ ذکر کی ہیں کہ بسا اوقات وہ ایک مفسّر کی بجائے ایک نحوی زیادہ نظر آتے ہیں اور''روح المعانی'' بجائے تفسیر کے نحو کی کتاب معلوم ہوتی ہے،آیات پر نحوی

نقطۂ نظر سے بحث کرتے وقت وہ اس قدر آگے نکل جاتے ہیں کہ وہاں مجبوراً یہ کہنا پڑتا ہے کہ وہ موضوع بحث سے باہر نکل چکے ہیں۔ ادنیٰ ادنیٰ مناسبت سے وہ نحوی مباحث، تراکیب، مفرد اور مرکب کا محل اعراب، نحات کا اس نحوی مسئلہ میں اختلاف نہایت مفصل و مدلّل طریقے سے ذکر کرتے ہیں۔ روح المعانی میں اس کی سینکڑوں مثالیں ہیں۔ بہت کم آیات ایسی ہوں گی جن پر انھوں نے نحوی نقطۂ نگاہ سے بحث نہ کی ہو اور یقیناً اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔

علم ہیئت اور علامہ آلوسیؒ: علامہ آلوسیؒ نے باطل اور غیر اسلامی مذاہب کے ردّ اور ابطال کے لیے فلسفی، ریاضی اور طبیعی مباحث بھی ذکر کی ہیں، ان مباحث میں انھوں نے اپنے دور کی جدید تحقیقات پر اعتماد کیا ہے، وہ علماء ہیئت و فلسفہ کے اقوال ذکر کرتے ہیں، پھر اگر وہ نظریات باطل اور خلاف شرع یا خلاف تحقیق ہوں تو ان پر زبردست ردّ کرتے ہیں اور اگر صحیح اور موافق شرع یا محقق ہوں تو انھیں قبول کر لیتے ہیں۔ بطور مشتے نمونہ از خروارے سورۂ یٰسں کی آیت ﴿والشمس تجري لمستقر لها ذلك تقدير العزيز العليم...... وكل في فلك يسبحون﴾ اور سورۂ طلاق کی آیت ﴿الله الذي خلق سبع سموات ومن الأرض مثلهن﴾ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

اسرائیلی روایات اور علامہ آلوسیؒ کا موقف: اسرائیلی روایات یا اسرائیلیات کا قرآن کریم کی تفسیر کے ناقابل اعتبار مآخذ میں شمار ہوتا ہے، سابقہ مفسرین کی اکثر تفاسیر میں اسرائیلی روایات کی بھرمار ہے۔ اسرائیلیات سے مراد وہ روایات ہیں جو یہود و نصاریٰ کے توسط سے ہم تک پہنچی ہیں۔ اسرائیلیات کی تین قسمیں ہیں۔ ایک قسم تو وہ روایات ہیں جن کا خارجی دلائل مثلاً قرآن مجید یا احادیث مبارکہ سے صدق ثابت ہو چکا ہے، اس قسم کی اسرائیلی روایات معتبر ہیں اور ان کو بیان کرنا اور ذکر کرنا جائز ہے۔ دوسری قسم وہ روایات ہیں جن کا خارجی دلائل مثلاً قرآن و حدیث سے جھوٹا ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ ایسی روایات ناقابل اعتبار ہیں۔ تیسری قسم وہ روایات ہیں، جن کے صدق و کذب سے قرآن و حدیث ساکت ہیں۔ ایسی روایات کی نہ تصدیق جائے گی اور نہ تکذیب، بلکہ توقف کیا جائے گا۔ البتہ ان روایات کو بیان کرنا جائز ہے مگر فائدہ سے خالی ہے۔ تفسیر کی کتابوں میں کعب الاحبارؒ اور وہب بن منبہؒ کی اکثر روایات اسرائیلیات کے قبیل سے ہیں۔

علامہ آلوسیؒ روایات حدیث کے بارے میں دیگر مفسرین کے مقابلے میں بہت زیادہ محتاط ہیں۔ وہ من گھڑت اور ضعیف احادیث اور اسرائیلیات پر نہایت سخت نقد کرتے ہیں۔ وہ ان مفسرین کی خوب خبر لیتے ہیں، جنھوں نے اسرائیلیات سے اپنی تفاسیر بھری ہیں اور انھیں مستند سمجھا ہے۔ بسا اوقات وہ ان کا ٹھٹھہ بھی اڑاتے ہیں۔ مثلاً سورۂ مائدہ کی آیت ﴿ولقد أخذ الله ميثاق بني إسرائيل وبعثنا منهم اثني عشر نقيباً﴾ کی تفسیر میں انھوں نے عوج بن عنق کا عجیب و غریب قصہ نقل کرنے کے بعد اس پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''وأقول: قد شاع أمر عوج عند العامة، ونقلوا فيه حكايات شنيعة وفي "فتاوى العلامة ابن حجرؒ"، وقال الحافظ العماد ابن كثير: قصة عوج وجميع مايحكون عنه، هذيان لاأصل له، وهو من مختلقات أهل الكتاب، ولم يكن قط على عهد نوح عليه السلام، ولم يسلم من

الکفار أحد"...... "لوگوں کے درمیان عوج بن عنق کے متعلق عجیب وغریب قصے مشہور ہیں، "فتاوی ابن حجرؒ" میں حافظ ابن کثیرؒ کا قول مذکور ہے کہ عوج بن عنق کا قصہ بکواس اور بے بنیاد ہے۔ اہل کتاب نے اسے گھڑا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں عوج نام کا کوئی شخص موجود نہ تھا اور نہ ہی کفار میں سے کوئی شخص مشرف باسلام ہوا"۔

تفسیر اشاری اور علامہ آلوسیؒ: حضرات صوفیہ سے قرآن کریم کی آیات کے تحت کچھ ایسی باتیں منقول ہیں جو بظاہر تفسیر معلوم ہوتی ہیں، مگر آیات کے ظاہری معنی کے خلاف ہوتی ہیں۔ مثلاً قول باری تعالیٰ ﴿قاتلوا الذین یلونکم من الکفار﴾ جو کفار سے قتال کے بارے میں ہے، اس کے تحت بعض صوفیہ نے کہا ہے: ﴿قاتلوا النفس فإنها تلي الإنسان﴾ نفس سے قتال کرو، کہ وہ انسان کے ساتھ متصل ہے"۔ (علوم القرآن: ص ۳۵۳)

علامہ آلوسیؒ صوفیانہ تفسیر کی بابت فرماتے ہیں: "وأمّا کلام السادة الصوفية في القرآن، فهو من باب الإشارات إلى دقائق تنكشف على أرباب السلوك، ويمكن التطبيق بينها وبين الظواهر المرادة، وذلك لا من كمال الإيمان ومحض العرفان لأنهم اعتقدوا أن الظاهر غير مراد أصلا، وإنما المراد الباطن فقط، إذ ذاك اعتقاد الباطنية الملاحدة توصلوا به إلى نفي الشريعة بالكلية، وحاشى سادتنا من ذلك، كيف وقد حضوا على حفظ التفسير الظاهر...... (روح المعاني: ۱/۱۱) سادات صوفیہ سے قرآن کریم کی تفسیر میں جو باتیں منقول ہیں، وہ دراصل ان دقائق کی طرف اشارہ ہوتی ہیں، جو ان پر منکشف ہوتے ہیں۔ ان اشارات اور قرآن کریم کے ظاہری مرادی مفہوم کے درمیان تطبیق ممکن ہے۔ ان حضرات کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ قرآن کریم کے ظاہری معنی بالکل مراد نہیں ہیں اور صرف باطنی معنی ہی مراد ہیں کہ یہ باطنی ملحدین کا اعتقاد ہے۔ جسے انھوں نے شریعت کی بالکلیہ نفی کا ذریعہ بنایا ہے۔ صوفیہ کرام کا ایسے اعتقاد سے کوئی واسطہ نہیں اور کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ حضرات تو خود ظاہری تفسیر کی محافظت پر زور دیتے رہتے ہیں۔

علامہ آلوسیؒ نے بھی "روح المعانی" میں آیات قرآنیہ کا ظاہری معنی ومفہوم بیان کرنے کے بعد ان کے باطنی اور صوفیانہ معانی پر اظہارِ خیال کرتے ہیں۔ اس کے لیے وہ آخر میں ایک مستقل عنوان "من باب الإشارة في الآيات" قائم کرتے ہیں۔ بعض علماء نے علامہ آلوسیؒ کے اس طریقہ کار کی وجہ سے "روح المعانی" کو صوفیہ کی کتب تفسیر میں شمار کیا ہے۔ جس طرح کہ نیشاپوریؒ کی تفسیر کو انھوں نے صوفیانہ تفسیر قرار دیا ہے۔ مگر یہ بات صحیح نہیں کیوں کہ ان کا مقصد صوفیانہ تفسیر نویسی نہ تھی، بلکہ اسے انھوں نے فائدہ کے طور پر ثانوی حیثیت دی ہے۔

تفسیر کے ایڈیشن: یہ تفسیر کئی بار مختلف جگہوں سے چھپ چکی ہے، پہلی مرتبہ قاہرہ سے "مطبعۃ بولاق" نے اسے ۱۳۰۱ھ میں چھاپا، ۱۳۵۳ھ میں مطبع منیریہ نے اسے طبع کیا۔ "مطبع منیریہ" کا مطبوعہ نسخہ ہی آج کل متداول ہے۔ مختلف مطابع والوں نے اس کی فوٹو کاپیاں شائع کی ہیں۔ ہمارے پیش نظر اس تفسیر کا جو نسخہ ہے، اسے بیروت سے "دار إحياء التراث العربي"

نے چھاپا ہے، یہ تفسیر کا پہلا ایڈیشن ہے جو پندرہ جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ نسخہ محمد احمد الأمر اور عمر عبد السلام سلامی کی تحقیق کے ساتھ ہے، کتاب کے شروع میں ''التفسیر والمفسرون'' کے مؤلف ڈاکٹر ذہبی اور علامہ محمد فاضل بن محمد طاہر بن عاشور کے قلم سے لکھے ہوئے دو مقالے ہیں، جن میں علامہ آلوسیؒ اور روح المعانی کا مختصر تعارف کیا گیا ہے۔ اس ایڈیشن میں محمد احمد الأمد اور عمر عبد السلام سلامی نے جو تحقیقی کام کیا ہے، وہ درج ذیل ہے۔

❶ اس نسخہ کی تیاری میں مطبعہ منیریہ کے نسخہ کو پیش نظر رکھا گیا ہے، البتہ مطبع منیریہ کے نسخہ میں جو طباعتی اور علمی غلطیاں تھیں، ان کی نشان دہی حاشیہ میں کی گئی ہے، ساتھ میں ان کی تصحیح کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ ❷ مطبع منیریہ کے نسخہ کے ہر صفحہ کو جلد سمیت اس ایڈیشن میں صفحہ کے دائیں اور بائیں طرف ظاہر کیا گیا ہے، تاکہ دونوں نسخوں کی فہرستیں باہم مطابق ہو جائیں۔ ❸ چونکہ محققین حضرات کو تفسیر کا اصل مخطوطہ دستیاب نہ ہو سکا، اس لیے کتاب میں مذکور مباحث جن مصادر سے مولف نے نقل کیے ہیں، براہ راست ان مصادر کی طرف مراجعت کی گئی ہے، ان مصادر میں ابوحیانؒ کی ''البحر المحیط''، قاضی بیضاویؒ کی ''أنوار التنزیل''، امام فخر الدین رازیؒ کی ''مفاتیح الغیب''، علامہ قرطبیؒ کی ''الجامع لأحکام القرآن'' اور ابوالسعودؒ کی ''إرشاد العقل السلیم'' وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ❹ مؤلف نے تفسیر میں جلیل القدر مباحث ذکر کی ہیں اور بعض مباحث کو مکرر بیان کیا گیا ہے۔ یہ مباحث جہاں جہاں مکرر ذکر کی گئی ہیں، محققین حضرات نے حاشیہ میں ان کے جملہ مقامات کی نشان دہی کی ہے تاکہ متعلقہ مسئلہ پر قاری تمام مباحث دیکھ سکے اور ان مباحث میں اس مسئلہ سے متعلق جو دلائل اور مفید باتیں ذکر کی گئی ہیں وہ سب قاری کے سامنے آ جائیں۔ ❺ حاشیہ سے آیات قرآنیہ کی تخریج کے علاوہ جابجا مفید حواشی و تعلیقات بھی ذکر کیے گئے ہیں..... مگر اس کتاب کے کافی گوشے اب بھی تشنہ ہیں، مثلاً علامہ آلوسیؒ نے آیات کی تفسیر یا دلائل میں جو احادیث بیان کی ہیں، ان کی تخریج، ان کا حکم، استشہاد میں پیش کیے گئے اشعار کی تخریج، ان میں مذکور مشکل الفاظ کے معانی، شاعر کا نام، ان کی بحور کی تعیین، فقہی مسائل میں مذاہب ائمہ اور ان کے دلائل کی تخریج، جن کتابوں کے حوالے دیئے گئے ہیں ان کے صفحات و جلدوں کے نمبرات، بعض مشکل اصطلاحات کی تشریح، ان تمام حوالوں سے اس پر تحقیقی کام کی اشد ضرورت ہے۔ ہماری نظر میں تاہنوز ایسا کوئی تحقیقی کام نہیں آیا۔ لعل اللّٰہ یحدث بعد ذلك أمرا

☆☆☆

ایک اہم اعلان

تمام جامعات و مدارس کے ذمہ داران یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مرتب کردہ ریاضی جو تین حصوں (حساب، الجبرا اور جیومیٹری) پر مشتمل ہے۔ مکمل نصاب میں داخل ہے۔ کتاب کا کوئی حصہ نصاب سے خارج نہیں اور وفاق کے امتحان میں تینوں حصوں سے سوالات دیئے جائیں گے۔ (ادارہ)